رسائل و مسائل

جماعت اسلامی کی پالیسی: چند خدشات

سوال: جماعت اسلامی سے میری ۴۰ سال سے وابستگی ہے۔ مولانا مودودیؒ کی تحریروں نے مذہب کی حقیقت اور زندگی کے نشیب و فراز سے آگہی دی۔ سرکاری ملازمت میں اسی سبب نشانہ بنا رہا' مگراب جماعت اسلامی کی پالیسی سے چند خدشات پیدا ہو رہے ہیں جس سے پریشانی کا سامنا ہے۔
مولانا مودودیؒ نے تمام عمر اصولوں کی بالادستی اور قانون کا احترام کرتے ہوئے جماعت اسلامی کی فکری و عملی رہنمائی فرمائی اور انتہائی پریشان کن حالات میں بھی قانون شکنی سے احتراز کیا۔ مگراب جماعت اسلامی کے رہنماؤں کے بیانات سے قانون شکنی کی ترغیب دینے اور محض تنقید برائے تنقید کا تاثر ملتا ہے۔ سیاست دانوں نے ملک کا اس بے دردی سے استحصال کیا ہے کہ بالآخر فوج کو اقتدار سنبھالنا پڑا۔ ان حالات میں قاضی حسین احمد صاحب کی فوجی حکمرانوں پر کڑی تنقید اور احتساب کے عمل کو ناقابل اطمینان قرار دینا غیر منطقی بات لگتی ہے۔ پھر حکومت پر مختلف حوالوں سے دباؤ بڑھانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ تاجروں کی ہڑتال کے موقع پر' جب کہ کروڑوں کا نقصان ہوا اور عوام بدحال ہو گئے' ایسے میں تاجروں کی ہمنوائی میں بیان دینا اور ٹیکس سروے فارم کی تقسیم کو بے موقع قرار دینا محض تاجروں کی حمایت حاصل کرنے کی کوشش تھی اور انھیں محاذ آرائی پر ڈٹے رہنے کے لیے شہہ دینے کے مترادف تھا۔
جماعت اسلامی کا ہمیشہ یہ موقف رہا ہے کہ پائیدار تبدیلی کے لیے عوام کی ذہنی و فکری تربیت ناگزیر ہے۔ جیسے تیسے عوام کی ہمدردی حاصل کر کے مختلف حربے اپنا کر الیکشن جیتنے یا اقتدار میں آنے کی کوشش کرنا ایک حماقت ہے جو ہمارے لیے مناسب نہیں۔

جواب: جماعت سے آپ کی دیرینہ وابستگی کے بارے میں جان کر بہت خوشی ہوئی۔ آپ کو اس وجہ سے زمانہ ملازمت کے دوران جو صعوبتیں سہنا پڑیں' اللہ تعالیٰ آپ کو دونوں جہانوں میں ان کی بہترین جزا دے۔ جماعت کے بارے میں آپ کے دل میں جو جذبہ خیر خواہی ہے' اس کی ہمیں بہت قدر ہے۔ ملک عزیز میں اسلامی نظام زندگی کے نفاذ کے لیے جماعت کی جدوجہد کے بارے میں آپ کے تبصرے سے آگاہی

ہوئی۔ اس سلسلے میں معروضات درج ذیل ہیں:

مولانا مودودیؒ کا جو مقام و مرتبہ تھا اور ہے، ظاہر ہے کہ صرف جماعت ہی میں نہیں بلکہ پورے ملک میں کسی دوسرے کو یہ حاصل نہیں۔ جماعت اپنے بانی کی حیات کے دوران بھی، اور ان کی وفات کے بعد بھی، اپنے دستور میں متعین کردہ طریق کار کے مطابق اسلامی انقلاب برپا کرنے کے لیے کوشاں ہے۔ جس طرح مولانا مودودیؒ اور ان کے بعد محترم میاں طفیل محمد صاحب کے زمانے میں ہم آئینی و جمہوری طریقوں سے جدوجہد کر رہے تھے، اسی طرح آج کر رہے ہیں۔ نہ ہم نے پہلے کبھی قانون کو ہاتھ میں لیا اور نہ آیندہ لیں گے۔ اگر کبھی حکمران اور ان کی باندی انتظامیہ نے اپنی بدنیتی اور مذموم عزائم کی وجہ سے ایسی صورت پیدا کر بھی دی تو ہم نے صبر و تحمل سے کام لیا ہے۔ ۲۴ جون ۱۹۹۶ء کو اسلام آباد میں دھرنا اور ۲۰ فروری ۱۹۹۹ء کو واجپائی آمد کے واقعات اس کی بین مثال ہیں اور یہ ۱۹۶۳ء میں لاہور میں منعقدہ اجتماع کے موقع پر ایک آمر حکمران کے انتہائی ظالمانہ اقدام کے جواب میں جماعت کی صبر و تحمل کی روایت کے مطابق ہیں۔ یہ اس امر کا بھی ثبوت ہیں کہ محترم قاضی صاحب صرف فوجی حکمرانوں کے ادوار کی خامیوں پر انگشت نمائی نہیں فرما رہے ہیں۔ یہ ہمارا آئینی و جمہوری حق بھی ہے اور فرض بھی۔ ہم نے فرض کی ادائیگی میں اپنے اس حق کو پُرامن طور پر استعمال کیا ہے۔

جس طرح فوج کا اپنا احتساب کا نظام موجود ہے اسی طرح دوسرے محکموں اور اداروں کا بھی اپنا اپنا نظام احتساب موجود ہے۔ اگر یہ احتسابی نظام کام کر رہے ہوتے تو ملک پوری دنیا میں چوٹی کے کرپٹ ممالک میں شمار ہو کر رسوا نہ ہوتا۔ ایڈمرل منصور الحق اور متعدد دیگر فوجی اعلیٰ عہدے دار اربوں روپے کی خرد برد یا دفاعی ساز و سامان کے سودوں میں کمیشن کھانے میں (جن کی تفصیلات خبروں کے مطابق قومی احتساب بیورو کے پاس موجود ہیں) کیونکر ملوث ہوتے۔

جنرل پرویز مشرف صاحب قومی سیکیورٹی کونسل اور مرکزی کابینہ کی صورت میں سیکولر ذہن رکھنے والے اور عوام کے بجائے بیرونی امداد سے چلنے والی این جی اوز کے نمایندہ افراد پر مشتمل جو ٹیم سامنے لائے ہیں وہ اپنی ترکیب اور کارکردگی کے لحاظ سے قوم میں کوئی اعتماد پیدا نہیں کر سکی بلکہ ان میں سے متعدد کا امریکہ اور مغرب کی جانب میلان اضطراب اور بے چینی کا باعث ہے۔ اس وقت ملک عزیز میں ہر طرف اضطراب و احتجاج کی جو لہریں پائی جاتی ہیں ان کی ایک بڑی وجہ خود جنرل صاحب کا اپنی ٹیم کے لیے چناؤ ہے۔ موجودہ حکومت کی گیارہ ماہ کی مایوس کن کارکردگی پر جماعت کی مجلس شوریٰ کے اجلاس منعقدہ ۳-۴ ستمبر ۲۰۰۰ء کی قرارداد میں اس پر تفصیل سے تبصرہ کیا گیا ہے۔

تاجروں کی ہڑتال ملکی تاریخ کی طویل ترین ہڑتال تھی اور اس کو دبانے کے لیے منہ زور پولیس کا ظلم

و تشدد بھی عروج پر تھا' جماعت اسلامی نے اس قومی بحران کو حل کرنے کے لیے ملک بھر سے تاجروں کے موصولہ مطالبات پر حکومت سے رابطہ کیا اور وزیر خزانہ سے بات کی جس پر وزیر خزانہ نے بحران کے حل کے لیے کسی مصالحتی فارمولے کی تلاش کے لیے تاجروں کے وفد سے مذاکرات پر آمادگی ظاہر کی۔ جماعت نے تاجروں کا قومی وفد تشکیل دیا اور وزیر خزانہ کو وفد کی فہرست دی اور بتایا کہ نائب امیر جماعت لیاقت بلوچ صاحب اور قیم جماعت سید منور حسن صاحب بھی وفد کے ہمراہ مذاکرات میں شریک ہوں گے۔ لیکن وزیر موصوف نے اس وفد کو مذاکرات کے لیے نہیں بلایا' جب کہ دوسرے لوگوں سے مذاکرات کیے۔ جماعت نے اس تنازعے کے بارے میں (جس کی وجہ سے بقول آپ کے کروڑوں کا نقصان ہوا ہے اور عوام بدحال ہو گئے) جس موقف کا بار بار اظہار کیا ہے وہ یہ ہے کہ اس مسئلے کو جبر و تشدد سے حل کرنے کے بجائے تاجروں سے مذاکرات اور افہام و تفہیم کے ذریعے حل کیا جائے۔ تاجروں کا یہ موقف رہا ہے کہ وہ ملک کی ضرورت کے مطابق ٹیکس دینے کو تیار ہیں لیکن وہ اس کے لیے ایسا طریقہ کار چاہتے ہیں جس کے تحت حکومت کی کرپٹ انتظامی مشینری ان کو ناروا طریقوں سے پریشان اور بلیک میل نہ کر سکے۔ تاجروں کا یہ بھی کہنا ہے کہ جو فارم ان سے پُر کرایا جا رہا ہے وہ سرکاری افسران (سول اور فوجی) سے بھی پُر کرایا جائے۔ جماعت اسلامی نے بجٹ میں پانچ ایکڑ زمین کے مالک پر ٹیکس لگانے پر بھی تنقید کی تھی' آپ اسے بھی ووٹوں کی طلب قرار دے سکتے ہیں' حالانکہ حکومت نے اب اپنی اس غلطی کو تسلیم کر لیا ہے۔ براہ کرم ملک کے حالات کو سدھارنے کے سلسلے میں اختلاف رائے کو نیتوں کے فساد تک نہ لے جائیں۔

جماعت حکومت پر مسلسل زور دے رہی ہے کہ وہ ٹیکسوں کے بوجھ میں اضافہ کرنے' پوری قوم کو کرپٹ اور ظالم بیوروکریسی کے رحم و کرم پر چھوڑ دینے جیسے غلط اقدام نہ کرے بلکہ سابقہ حکمرانوں اور ان کے چہیتوں سے لوٹا ہوا خزانہ واپس لے' بڑے نادہندگان سے ڈوبے ہوئے قرضے واپس لے' مزید اندرونی و بیرونی قرضے نہ لے' کرپٹ اور ظالمانہ ٹیکس نظام کو عادلانہ بنائے۔ پوری بیوروکریسی خصوصاً محکمہ ٹیکس کے کرپٹ افسروں اور اہل کاروں کا بے لاگ اور کڑا احتساب کرے۔ حکمران اپنے شاہانہ لائف اسٹائل کو تبدیل کریں اور سادگی و فقر کی زندگی بسر کریں۔ بجٹ کا زیادہ سے زیادہ حصہ لوگوں کی فلاح و بہبود پر خرچ کریں۔ انھیں سستی سہولتیں مہیا کریں۔ ان کی جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کے لیے اور مظلوموں کی داد رسی کے لیے اپنی ذمہ داریوں کو اطمینان بخش طور پر نبھائیں۔ جب لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کے خون پسینے کی کمائی سے جمع شدہ ٹیکس حکمرانوں کے عیش و عشرت اور ان کی تجوریاں بھرنے پر نہیں بلکہ قوم کی بھلائی و ترقی اور ملک کے استحکام کے لیے استعمال ہو رہے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ لوگ خوش دلی اور دیانت داری سے ٹیکس نہ دیں۔

کیا یہ سوچنے کی بات نہیں کہ جو لوگ رضاکارانہ طور پر ہزاروں' لاکھوں روپے کے عطیات مختلف رفاہی اداروں کو دیتے ہیں' خدمت خلق کے بڑے بڑے ادارے ان کے عطیات سے چل رہے ہیں' وہ حکومت کو ٹیکس کیوں نہیں دے رہے۔

جماعت اسلامی ملک عزیز میں عدل و انصاف اور دیانت کو رواج و فروغ دینے اور ظلم و استحکام اور کرپشن کے خاتمے کے لیے اسلامی نظام کے نفاذ و غلبہ کے لیے کوشاں ہے۔ ہم اپنا دینی فریضہ سمجھ کر ظلم و جبر کے خلاف اور مظلوموں کے حق میں آواز اٹھاتے ہیں۔ عام انتخابات میں لوگ اپنا وزن کس پلڑے میں ڈالتے ہیں' یہ ان لوگوں کی ذمہ داری ہے۔ خیر کے پلڑے میں وزن ڈالیں گے تو اپنے حق میں اچھا کریں گے' قوم و ملک کی بھلائی کا کام کریں گے۔ اگر خدانخواستہ اس کے برعکس کریں گے تو جس مصیبت کا پہلے شکار ہیں ممکن ہے کہ اس سے بڑی مصیبت میں مبتلا ہو جائیں۔ اللہ ایسے برے وقت سے ہمیں محفوظ رکھے۔

اگر آپ ہفت روزہ ایشیا کا ۱۱-۱۷ فروری ۲۰۰۰ء کا شمارہ ملاحظہ کر سکیں تو آپ اس میں شائع شدہ سالانہ رپورٹ کے مطالعے سے جماعت کی دعوتی' تربیتی' تنظیمی اور خدمت خلق کے حوالے سے مساعی و خدمات کے بارے میں تفصیل کے ساتھ جان سکیں گے۔ اس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ ہم ملک میں پائیدار تبدیلی کے لیے ایک توازن اور اعتدال سے کام کر رہے ہیں۔

مجھے امید ہے کہ اس وضاحت اور مذکورہ قرارداد اور رپورٹ کے مطالعے سے آپ کے اعتراضات دور ہو جائیں گے اور آپ جماعت اسلامی کے مخلصانہ مشوروں کی تائید اور حمایت کریں گے۔ ہمارا موقف ہے کہ سوا سال کا عرصہ ضلعی حکومتوں کے متنازعہ منصوبے اور اسی طرح کے دیگر طویل المیعاد منصوبے بنانے پر صرف کرنے کے بجائے موجودہ نااہل اور غیر موثر حکومت کو تبدیل کیا جائے۔ دستور کی دفعہ ۶۲ کی شرائط پر پورا اترنے والے امین' اہل اور خدا ترس لوگوں کی عبوری حکومت قائم کی جائے جو ایک مختصر عرصے میں بے لاگ احتساب کے ذریعے قومی دولت لوٹنے والوں سے سیاست کو صاف کرے اور اسی دوران انتخابی قوانین اور انتخابی مشینری میں اصلاحات کر کے ایک کلیتاً آزاد اور خود مختار الیکشن کمیشن کے ذریعے متناسب نمایندگی کے طریقے کے مطابق انتخاب کرا کے اقتدار ایسے نمایندوں کو منتقل کر دے جو امین' مخلص' خدا ترس اور صاحب کردار ہوں۔ ایسے ہی منتخب لوگ ملک کو موجودہ دلدل سے نکال کر ترقی و استحکام کی شاہراہ پر گامزن کر سکتے ہیں۔ اس میں جتنی تاخیر ہوگی خود فوج اس دلدل میں دھنستی چلی جائے گی جو فوج کے علاوہ خود ملک کے لیے بھی شدید نقصان کا باعث ہوگا (چودھری رحمت الٰہی)۔